السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

رمضان المبارک میں نمازِ تراویح کتنی رکعت سنت نبوی ہیں؟ اور بیس تراویح کی کیا حقیقت ہے؟ اور کیا حضرت عمرؓ بن خطاب یا کسی دیگر صحابی سے بیس رکعت کا ثبوت ملتا ہے؟ بعض لوگ حضرت عمرؓ کی طرف نسبت کہتے ہیں کہ (انہوں نے بیس رکعت کا حکم دیا تھا یا ان کے زمانے میں پڑھی گئی ہیں۔ براہِ کرم وضاحت فرما کر مشکور فرمائیں۔ (محمد شعیب پاکپتن، ماہنامہ محدث، نومبر ۱۹۷۱

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علىٰ رسول اللہ، أما بعد!

نماز تراویح آٹھ رکعت سنت نبوی ہیں۔

حدیث : ۱۔ صحیحین (روایت موطاامام مالک، ابوداود، ترمذی، بیہقی، مسند امام احمد اور ابو عوانہ وغیرہ میں بھی موجود ہے) میں حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے مروی ہے

'إِنَّہٗ سَأَلَ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا کَیْفَ کَانَتْ صَلٰوۃُ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فِیْ رَمَضَانَ؟ قَالَتْ مَاکَانَ یَزِیْدُ فِیْ رَمَضَانَ وَلَافِیْ غَیْرِہٖ "بخاری میں ایک دوسرے مقام پر وَلَا غَیْرِہٖ یعنی لفظ ''فِی'' کے بغیر ہے۔ "عَلٰی اِحْدٰی عَشْرَۃَ رَکْعَۃً یُصَلِّیْ اَرْبَعًا فَلَا تَسْأَلْ عَنْ حُسْنِہِنَّ وَطُوْلِہِنَّ ثُمَّ یُصَلِّیْ اَرْبَعًا فَلَا تَسْأَلْ عَنْ حُسْنِہِنَّ وَطُوْلِہِنَّ ثُمَّ یُصَلِّیْ ثَلَاثًا قَالَتْ عَائِشَۃُ: قُلْتُ: یَارَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ اَتَنَامُ قَبْلَ اَنْ تُوْتِرَ فَقَالَ: یَاعَائِشَۃُ اِنَّ عَیْنَیَّ تَنَامَانِ وَلَایَنَامُ قَلْبِیْ' (صحیح البخاری، بَابُ فَضْلِ مَنْ قَامَ رَمَضَانَ، (رقم: ۲۰۱۳)، (صحیح مسلم، بَابُ صَلَاۃِ اللَّیْلِ، وَعَدَدِ رَکَعَاتِ النَّبِیِّ ﷺ فِی اللَّیْلِ... الخ، رقم: ۷۳۸،

حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے ام المومنین عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رمضان المبارک میں نماز کی کیفیت کے متعلق دریافت کیا۔ آپ فرماتی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زیادہ نہ تھا۔ چار رکعت خوب اچھی طرح (خشوع خضوع سے) اور لمبی پڑھتے پھر چار رکعت خوب اچھی طرح اور لمبی پڑھتے پھر تین رکعت وتر پڑھتے۔ حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) فرماتی ''ہیں۔ میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے ہیں۔ فرمایا اے عائشہ میری آنکھیں سوتی ہیں اور دل جاگتا ہے۔

اس حدیث کو امام المحدثین محمد بن اسماعیل بخاری (رحمہ اللہ) اپنی جامع میں تین مقامات پر لائے ہیں۔ کتاب التہجد۔ کتاب صلوۃ التراویح" عنوان کتاب صلوۃ التراویح صرف نسخہ مستملی میں ہے۔ "کتاب المناقب۔

مقصود اس سے مختلف مسائل کا استنباط و استخراج ہے جیسا کہ بخاری کی عادت ہے۔ حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) فتح الباری جز۳ صفحہ ۳۳ مذکورہ حدیث کے تحت یوں رقم طراز ہیں: فِی الْحَدِیْثِ دَلَالَۃٌ عَلٰی اَنَّ صَلَاتَہٗ ﷺ کَانَتْ مُتَسَاوِیَۃً فِیْ جَمِیْعِ السَّنَۃِ یعنی اس حدیث میں اس بات پر دلالت ہے کہ آپ کی (رات کی) نماز سارا سال برابر تھی۔

فضیلۃ الشیخ علامہ ابو الحسن عبید اللہ بن علامہ محمد عبدالسلام مبارک پوری حفظہ اللہ تعالیٰ فی الدارین اپنی محققانہ تالیف مرعاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح میں تحریر فرماتے ہیں:

'فَھٰذَا الْحَدِیْثُ نَصٌّ فِیْ اَنَّہٗ ﷺ اِنَّمَا صَلَّی التَّرَاوِیْحَ فِیْ رَمَضَانَ ثَمَانَ رَکَعَاتٍ فَقَطْ لَمْ یُصَلِّ بِاَکْثَرَ مِنْھَا'

''یعنی یہ حدیث اس بات پر نص ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان میں صرف آٹھ رکعت ہی پڑھی ہیں اس سے زیادہ نہیں پڑھیں۔ ''

مولانا انورشاہ کشمیر رحمہ اللہ حنفی عرف الشذی (۳۰۹) میں فرماتے ہیں:

'فِیْہِ تَصْرِیْحٌ اَنَّہٗ حَالُ رَمَضَانَ فَاِنَّ السَّائِلَ سَأَلَ عَنْ حَالِ رَمَضَانَ وَغَیْرِہٖ کَمَا عِنْدَ التِّرْمِذِیِّ، وَمُسْلِمٍ وَّلَامَنَاصَ مِنْ تَسْلِیْمِ اَنَّ تَرَاوِیْحَہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ کَانَتْ ثَمَانِیَۃً" صحیح ثمان رکعات یا ثمانی رکعات ہے یعنی تاء کے بغیر، کیونکہ تین سے نو تک عدد معدود میں تذکیر و تانیث کا اختلاف ہوتا ہے۔ " رَکَعَاتٍ لَمْ یَثْبُتْ فِیْ رِوَایَۃٍ مِّنَ الرِّوَایَاتِ اَنَّہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ صَلَّی التَّرَاوِیْحَ وَالتَّھَجُّدَ عَلٰی حِدَۃٍ فِیْ رَمَضَانَ بَلْ طَوَّلَ التَّرَاوِیْحَ، وَبَیْنَ التَّرَاوِیْحِ وَالتَّھَجُّدِ فِیْ عَھْدِہٖ عَلَیْہِ السَّلَامُ لَمْ یَکُنْ فَرْقٌ فِی الرَّکَعَاتِ'

حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) کی حدیث میں تصریح ہے کہ یہ (گیارہ رکعات) بحالت رمضان ہیں کیونکہ سائل کا سوال رمضان و غیر رمضان سے ہے جیسا کہ ترمذی اور مسلم میں ہے، اور یہ ماننا ہی پڑتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ'' وسلم کی نمازِ تراویح آٹھ رکعات تھیں اور روایتوں میں سے کسی روایت میں یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آپ نے رمضان میں تراویح اور تہجد علیحدہ علیحدہ پڑھی ہوں بلکہ آپ نے تراویح ہی کو لمبا کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد ''مبارک میں تراویح اور تہجد کی رکعات میں کوئی فرق نہیں تھا۔

گیارہ رکعات کی حکمت:

رکعات تراویح میں گیارہ رکعات کی حکمت یہ ہے کہ تہجد (تراویح) اور وتر رات کی نماز ہیں جس طرح ظہر، عصر اور مغرب دن کی نماز ہیں، جب دن کی نماز ظہر ۴، عصر ۴ اور مغرب ۳ کل گیارہ رکعات فرض ہیں۔ رات کی نماز بھی عدد

میں (گیارہ رکعات) ان کے برابر مناسب ہے اور اگر فجر کے دو فرض بھی دن کی نمازوں میں شامل کرلیے جائیں تو تیرہ رکعات کی حکمت بھی حاصل ہوجاتی ہے۔ یہی حکمت حافظ ابن حجر رحمتہ اللہ علیہ نے فتح الباری جلد ۳ میں بیان فرمائی ہے۔

اگر کوئی کہے کہ عائشہؓ کی یہ روایت ان کی ایک دوسری روایت کے خلاف ہے جو یوں ہے:

'(اِنَّہٗ کَانَ (ﷺ) اِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ الْاَوَاخِرُ یَجْتَہِدُ مَا لَا یَجْتَہِدُ فِیْ غَیْرِہٖ' (صحیح مسلم، باب الاجتہاد فی العشر الاواخر من شہر رمضان، رقم: ۱۱۷۵)'

''رمضان المبارک کا جب آخری دھاکا آتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عبادت میں اتنی محنت کرتے جو اس سے دوسرے دنوں میں نہ ہوتی۔''

یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نفل نوافل بہت پڑھتے تھے۔

اس کے جواب میں صاحب مرعاۃ المفاتیح مولانا رحمانی فرماتے ہیں:

'قُلْتُ: اَلْمُرَادُ بِالْاِجْتِہَادِ تَطْوِیْلُ الرَّکَعَاتِ لَا الزِّیَادَۃُ فِی الْعَدَدِ۔'

''یعنی ''محنت سے مراد رکعات کا لمبا کرنا ہے نہ کہ عدد میں زیادتی۔

اور علامہ عینی رحمہ اللہ حنفی فرماتے ہیں:

'اِنَّ الزِّیَادَۃَ فِی الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ یُحْمَلُ عَلَی التَّطْوِیْلِ دُوْنَ الزِّیَادَۃِ فِی الْعَدَدِ'

''آخری عشرہ میں زیادتی (محنت) کو رکعات کے لمبا کرنے پر محمول کیا جائے گا نہ کہ زیادتی عدد پر۔''

حدیث ۲۔ معجم الصغیر اور قیام اللیل مروزی" یہ روایت صحیح ابن خزیمہ، صحیح ابن حبان اور مسند ابو یعلی وغیرہ میں بھی موجود ہے۔" میں حضرت جابر بن عبداللہ سے مروی ہے۔

'قَالَ صَلّٰی بِنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ فِیْ شَہْرِ رَمَضَانَ ثَمَانَ رَکَعَاتٍ''

جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ماہِ رمضان میں ہمیں آٹھ رکعت تراویح پڑھائیں۔

امام ذہبی اس حدیث کو میزان الاعتدال، ج: ۲، ص: ۳۱۱ میں عیسی بن جاریہ مدنی راوی حدیث کے ترجمہ (بیان احوال) میں ذکر فرماتے ہیں: اسنادہ وسط یعنی اس حدیث کی سند درمیانہ درجہ کی ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری میں اس حدیث کو بیان کرکے اس کی سند پر کوئی جرح نہیں کی۔ گویا مقدمہ فتح الباری (ہدی الساری) میں ذکر کردہ شرط کی بناء پر حافظ صاحب کے نزدیک اس کی سند صحیح یا کم از کم حسن درجہ کی ہے۔

ایسے ہی حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس حدیث پر تلخیص الجبیر فی تخریج احادیث الرافعی الکبیر (فقہ شافعی) میں سکوت کیا ہے۔

اور علامہ عینی حنفی بھی عمدۃ القاری شرح بخاری میں اس حدیث کو لائے ہیں اور ابن خزیمہ اور ابن حبان سے اس کی تصحیح نقل کی ہے اور اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔

ہاں البتہ مولوی شوق نیموی نے آثار السنن میں امام ذہبی کے کلام پر تنقید کی ہے چنانچہ لکھا ہے۔ اس حدیث کا مدار عیسی بن جاریہ پر ہے۔ اس میں ابن معین، ابو داود اور نسائی وغیرہ نے جرح کی ہے اس بناء پر اس کی اسناد لین (کمزور) ہے لہذا دلیل کے قابل نہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ شرح نخبۃ الفکر میں فرماتے ہیں:

اَلذَّہَبِیُّ مِنْ اَہْلِ الْاِسْتِقْرَاءِ التَّامِّ فِیْ نَقْدِ الرِّجَالِ ''امام ذہبی رواۃ کی جرح و تعدیل میں اہل استقراء تام سے ہیں۔'' بحر العلوم صفحہ ۴۴۱ طبع نول کشور شرح مسلم الثبوت (اصول فقہ حنفی) میں ذہبی کے متعلق ذکر ہے: 'ھُوَ مِنْ اَہْلِ الْاِسْتِقْرَاءِ التَّامِّ فِیْ نَقْلِ حَالِ الرِّجَالِ'

''یعنی ''اس کا (ذہبی کا) استقراء اسماء الرجال میں بہت کامل ہے۔

صاحب تحفۃ الاحوذی جز ۳ ص ۵۲۵ (طبع جدید مصری) میں فرماتے ہیں۔

'فَلَمَّا حَکَمَ الذَّہَبِیُّ بِاَنَّ اِسْنَادَہٗ وَسَطٌ بَعْدَ ذِکْرِ الْجَرْحِ وَالتَّعْدِیْلِ فِیْ عِیْسَی بْنِ جَارِیَۃَ وَہُوَ مِنْ اَہْلِ الْاِسْتِقْرَاءِ التَّامِّ فِیْ نَقْدِ الرِّجَالِ فَحُکْمُہٗ بِاَنَّ اِسْنَادَہٗ وَسَطٌ وَہُوَ الصَّوَابُ وَیُؤَیِّدُہٗ اِخْرَاجُ ابْنِ خُزَیْمَۃَ وَابْنُ حِبَّانَ ہٰذَا الْحَدِیْثَ فِیْ صَحِیْحَیْہِمَا فَلَا یُلْتَفَتُ اِلٰی مَا قَالَ النِّیْمَوِیُّ وَیَشْہَدُ لِحَدِیْثِ جَابِرٍ ہٰذَا حَدِیْثُ عَائِشَۃَ الْمَذْکُوْرُ مَا کَانَ یَزِیْدُ فِیْ رَمَضَانَ وَلَا فِیْ غَیْرِہٖ عَلٰی اِحْدٰی عَشْرَۃَ رَکْعَۃً۔'

جب امام ذہبی رحمہ اللہ نے عیسی بن جاریہ میں جرح و تعدیل کے بعد اس حدیث کی سند پر وسط (درمیانہ درجہ) کا حکم لگایا ہے۔ وہی صحیح ہے کیونکہ ذہبی نقد رجال میں اہل استقراء تام سے ہیں اور اس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ ابن خزیمہ اور ابن حبان (اگر کوئی کہے کہ ابن حبان تصحیح میں متساہل ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں ابن خزیمہ اور ابو زرعۃ، عیسی بن جاریہ کی توثیق میں ابن حبان کے موید ہیں۔ ابن حبان تصحیح میں منفرد نہیں لہذا ابن حبان کی تصحیح قابل اعتماد ہوئی۔ صحیح ابن خزیمہ کے بارہ میں حضرت الاستاد حماد بن محمد الانصاری (مدینہ منورہ) کو فرماتے سنا: صحیح ابن خزیمہ کی احادیث علی الاقل حسن درجہ کی ہے۔ حاصل یہ ہے کہ امام ذہبی کا اس حدیث کے متعلق ''اسنادہ وسط'' فرمانا درست ہے۔ صحیح ابن خزیمہ ابھی تک قلمی ہے جس کا فوٹو میں نے مدینہ منورہ میں دیکھا ہے جو دار العلوم برلن (جرمنی) کے کتب خانہ میں موجود قلمی نسخہ سے لیا گیا ہے۔ مدینہ منورہ کا ایک تاجر اسے طبع

کرانے کی کوشش میں مصروف ہے۔ خدا کرے جلد از جلد منظر عام پر آجائے تاکہ علماء و طلباء مستفید ہو سکیں۔) اپنی اپنی صحیح میں اس حدیث کو لائے ہیں۔ پس نیموی کا قول قابل التفات نہیں ہے۔ نیز حضرت جابر کی اس ''حدیث کی موید (شاہد) حضرت عائشہ کی حدیث ہے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں تھا۔

حدیث ۳۔ : تحفۃ الاحوذی میں بحوالہ ابویعلی جابر بن عبداللہ سے روایت ہے۔

جَاءَ اُبَیُّ بْنُ کَعْبٍ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فَقَالَ : یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ اِنَّہٗ کَانَ مِنِّیَ اللَّیْلَۃَ شَیْءٌ یَعْنِیْ فِیْ رَمَضَانَ قَالَ : وَمَا ذَاکَ یَا اُبَیُّ، قَالَ : نِسْوَۃٌ فِیْ دَارِیْ قُلْنَ : اِنَّا لَا نَقْرَءُ الْقُرْاٰنَ فَنُصَلِّیْ بِصَلَاتِکَ قَالَ : فَصَلَّیْتُ بِھِنَّ ثَمَانَ رَکَعَاتٍ اَوْتَرْتُ فَکَانَتْ سُنَّۃَ الرِّضَا وَلَمْ یَقُلْ شَیْئًا :

(قَالَ الْھَیْثَمِیُّ فِیْ مَجْمَعِ الزَّوَائِدِ : اِسْنَادُہٗ حَسَنٌ)

''ابی بن کعب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے۔ عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں آج رات مجھ سے ایک (عجیب) کام ہوا، آپ نے فرمایا وہ کیا؟ عرض کی ہمارے گھر میں عورتوں نے مجھ سے کہا کہ ہم قرآن نہیں پڑھ سکتیں اس لئے ہم تیرے ساتھ نماز پڑھیں گی۔ پس میں نے انہیں آٹھ رکعات (تراویح) پڑھائیں اور وتر پڑھے۔ پس راوی کا بیان ہے کہ یہ طریقہ پسند کیا گیا اور آپ نے کوئی اعتراض نہ کیا۔''

حافظ ہیثمی فرماتے ہیں : اس حدیث کی سند حسن ہے۔

مندرجہ بالا تین احادیث سے ثابت ہوا کہ نماز تراویح آٹھ رکعت ہی سنت ہے۔

بیس تراویح کی حقیقت:

بیس تراویح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی صحابی مثلاً عمر بن خطابؓ وغیرہ سے ثابت نہیں اس سلسلہ میں جو احادیث پیش کی جاتی ہیں اس کی حقیقت ملاحظہ فرمائیں۔

اس سلسلہ میں سنن کبریٰ بیہقی (بہ روایت مصنف ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید فی المنتخب من المسند، طبرانی فی المعجم الکبیر وفی المعجم الاوسط والمنتقی منہ للذھبی والجمع بینہ وبین الصغیر لغیر الطبرانی وابن عدی فی الکامل والخطیب فی الموضح) کی ایک روایت عبداللہ بن عباس سے مرفوعاً بیان کی جاتی ہے جو یہ ہے : 'اِنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَانَ یُصَلِّیْ فِیْ رَمَضَانَ عِشْرِیْنَ رَکْعَۃً سِوَی الْوِتْرِ

: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول رمضان میں بیس رکعات وتر کے سوا تھا۔ اس پر صاحب مرعاۃ المفاتیح لکھتے ہیں

فَھُوَ ضَعِیْفٌ جِدًّا لَا یَصْلُحُ لِلْاِسْتِدْلَالِ وَلَا لِلْاِسْتِشْھَادِ وَلَا لِلْاِعْتِبَارِ فَاِنَّ مَدَارَہٗ عَلٰی اَبِیْ شَیْبَۃَ اِبْرَاھِیْمَ بْنِ عُثْمَانَ وَھُوَ مَتْرُوْکُ الْحَدِیْثِ کَمَا فِی التَّقْرِیْبِ

یعنی عبداللہ بن عباس کی حدیث سخت ضعیف ہے جو نہ تو دلیل بنانے کے قابل ہے اور نہ ہی تائید و تقویت کے قابل ہے کیونکہ اس کا مدار ابوشیبہ ابراہیم بن عثمان (دادا امام ابن ابی شیبہ) پر ہے اور وہ متروک الحدیث ہے جیسا کہ تقریب التہذیب میں ہے۔

: اور علامہ زیلعی حنفی اسی حدیث کے متعلق نصب الرایہ فی تخریج احادیث الہدایۃ میں فرماتے ہیں

ھُوَ مَعْلُوْلٌ بِاَبِیْ شَیْبَۃَ اِبْرَاھِیْمَ بْنِ عُثْمَانَ مُتَّفَقٌ عَلٰی ضَعْفِہٖ وَلَیَّنَہُ ابْنُ عَدِیٍّ فِی الْکَامِلِ ثُمَّ اِنَّہٗ مُخَالِفٌ لِلْحَدِیْثِ الصَّحِیْحِ عَنْ اَبِیْ سَلَمَۃَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّہٗ سَاَلَ عَائِشَۃَ کَیْفَ کَانَتْ صَلٰوۃُ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فِیْ رَمَضَانَ ؟ قَالَتْ : مَا کَانَ یَزِیْدُ فِیْ رَمَضَانَ وَلَا فِیْ غَیْرِہٖ عَلٰی اِحْدٰی عَشْرَۃَ رَکْعَۃً، الْحَدِیْثَ

عبداللہ بن عباس کی حدیث ابوشیبہ ابراہیم بن عثمان کے سبب سے ضعیف ہے۔ جس (ابی شیبہ) کے ضعف پر اتفاق ہے اور ابن عدی نے کامل میں اسے لین (کمزور) کہا ہے۔ پھر یہ روایت ابوسلمہ بن عبدالرحمن کی صحیح حدیث کے مخالف ہے جس میں انہوں نے حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رمضان کی نماز کیسی تھی؟ فرمایا : آپ کا معمول رمضان غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زیادہ نہ تھا۔

: اور ابن الہمام حنفی فتح القدیر شرح ہدایۃ میں اس حدیث کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں

ھُوَ ضَعِیْفٌ بِاَبِیْ شَیْبَۃَ اِبْرَاھِیْمَ بْنِ عُثْمَانَ مُتَّفَقٌ عَلٰی ضَعْفِہٖ مَعَ مُخَالَفَتِہٖ لِلصَّحِیْحِ

یہ روایت ابوشیبہ ابرہیم بن عثمان کی وجہ سے ضعیف ہے جس کے ضعف پر علماء کا اتفاق ہے جب کہ وہ صحیح حدیث کے بھی مخالف ہے۔

: اور علامہ عینی حنفی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں تحریر فرماتے ہیں

'اَبُوْ شَیْبَۃَ اِبْرَاھِیْمُ ابْنُ عُثْمَانَ عَبْسِیٌّ کُوْفِیٌّ قَاضِیْ وَاسِطَ جَدُّ اَبِیْ بَکْرِ بْنِ اَبِیْ شَیْبَۃَ کَذَّبَہٗ شُعْبَۃُ وَضَعَّفَہٗ اَحْمَدُ فِیْ مَنَاکِیْرِہٖ، انتھی'

''امام شعبہ نے ابراہیم بن عثمان کو کذاب کہا ہے اور امام احمد، ابن معین، بخاری اور نسائی وغیرہ نے اسے ضعیف کہا ہے اور اس حدیث کو ابن عدی نے کامل میں ابراہیم بن عثمان کی منکر احادیث میں شامل کیا ہے۔''

اور امام بیہقی فرماتے ہیں : تَفَرَّدَ بِہٖ اَبُوْ شَیْبَۃَ اِبْرَاھِیْمُ بْنُ عُثْمَانَ الْعَبْسِیُّ الْکُوْفِیُّ وَھُوَ ضَعِیْفٌ اس حدیث میں ابوشیبہ ابراہیم بن عثمان عبسی کوفی متفرد ہے اور وہ ضعیف ہے۔

فتح الباری جز۴ میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

وَاَمَّا مَا رَوَاهُ ابْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ مِنْ حَدِيْثِ ابْنِ عَبَّاسٍ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يُصَلِّيْ فِيْ رَمَضَانَ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً وَالْوِتْرَ فَاِسْنَادُهٗ ضَعِيْفٌ ۔

وَقَدْ عَارَضَهٗ حَدِيْثُ عَائِشَةَ هٰذَا الَّذِيْ فِي الصَّحِيْحَيْنِ مَعَ كَوْنِهَا اَعْلَمَ بِحَالِ النَّبِيِّ ﷺ لَيْلًا مِّنْ غَيْرِهَا

ابن ابی شیبہ نے (مصنف میں) ابن عباس سے جو روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں بیس رکعت اور وتر پڑھتے۔ اس کی سند ضعیف ہے۔ نیز حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) کی صحیحین والی حدیث اس کے خلاف ہے۔ حالانکہ عائشہؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے رات احوال سے دوسروں کی نسبت زیادہ باخبر ہیں۔ اور حضرت الشیخ علامہ ناصر الدین البانی محدث شام اپنی تالیف صلوٰۃ التراویح میں فرماتے ہیں: میں نے اس حدیث کے مصادر کا تتبع کیا۔ جمیع طرق میں ابراہیم بن عثمان عن الحکم عن مقسم عن ابن عباس مرفوعاً ہے۔

امام طبرانی فرماتے ہیں:

یہ روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے صرف اسی اسناد سے منقول ہے۔ اور حافظ نورالدین ہیثمی کا قول ہے۔ انہ ضعیف عبداللہؓ بن عباس کی حدیث ضعیف ہے۔

اور علامہ البانی فرماتے ہیں:

وَالْحَقِيْقَةُ اَنَّهٗ ضَعِيْفٌ جِدًّا كَمَا يُشِيْرُ اِلَيْهِ قَوْلُ الْحَافِظِ الْمُتَقَدِّمِ (مَتْرُوْكُ الْحَدِيْثِ) وَهٰذَا هُوَ الصَّوَابُ فَقَدْ قَالَ ابْنُ مَعِيْنٍ: لَيْسَ بِثِقَةٍ وَقَالَ الْجُوْزَجَانِيُّ: سَاقِطٌ وَقَالَ الْبُخَارِيُّ: سَكَتُوْا عَنْهُ

حقیقت یہ ہے کہ حضرت ابن عباس کی روایت بہت ضعیف ہے جیسا کہ تقریب التہذیب میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے قول (متروک الحدیث میں) اشارہ ہے اور یہی درست ہے۔ امام الجرح والتعدیل ابن معین نے (کہا: ابراہیم ثقہ نہیں اور جوزجانی نے کہا ہے: اعتبار سے گرا ہوا ہے اور امام بخاری فرماتے ہیں: سَكَتُوْا عَنْهُ (امام بخاری کے نزدیک یہ کلمہ متروک الحدیث کے شبیہ ہے۔ ملاحظہ ہو: اختصار علوم الحدیث للحافظ ابن کثیر ص ۱۱۸

پھر شیخ البانی اپنے رسالہ ''صلوٰۃ التراویح'' میں فرماتے ہیں۔

لِذَالِكَ فَاِنِّيْ اَرٰى اَنَّ حَدِيْثَهٗ هٰذَا فِيْ حُكْمِ الْمَوْضُوْعِ لِمُعَارَضَتِهٖ لِحَدِيْثِ عَائِشَةَ وَجَابِرٍ كَمَا سَبَقَ عَنِ الْحَافِظَيْنِ الزَّيْلَعِيِّ وَالْعَسْقَلَانِيِّ

''اور اسی لئے میری رائے یہ ہے کہ ابن عباس سے روایت موضوع کے حکم میں ہے کیونکہ یہ عائشہ اور جابر کی احادیث کے بھی معارض ہے جیسا کہ حافظ زیلعی اور حافظ عسقلانی کے اقوال میں گزرا ہے۔''

خلاصہ کلام یہ ہے کہ مذکورہ بالا روایت قابل احتجاج و اعتبار نہیں ہے اس لئے حضرت عائشہ اور جابر کی روایت پر عمل کیا جائے گا جس میں آٹھ رکعت کا ذکر ہے۔

حضرت عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) سے بیس تراویح ثابت نہیں اور نہ ہی ان کے دورِ خلافت میں یہ صحابہ کا معمول رہا بلکہ حضرت عمرؓ نے سب کو جمع کر کے ابی بن کعب اور تمیم داری کو گیارہ رکعات پڑھانے کا حکم دیا تھا جیسا کہ موطا امام مالک (یہ حدیث ابو بکر نیشاپوری نے فوائد میں اور بیہقی نے سنن کبریٰ میں اور فریابی نے بھی روایت کی ہے۔) میں ہے۔

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يُوْسُفَ عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ اَنَّهٗ قَالَ اَمَرَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ اُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ وَّتَمِيْمَا الدَّارِيَّ اَنْ يَّقُوْمَا لِلنَّاسِ بِاِحْدٰى عَشَرَةَ رَكْعَةً قَالَ وَقَدْ كَانَ الْقَارِئُ يَقْرَءُ بِالْمِئِيْنَ حَتّٰى كُنَّا نَعْتَمِدُ عَلَى الْعِصِيِّ مِنْ طُوْلِ الْقِيَامِ وَمَا كُنَّا نَنْصَرِفُ اِلَّا فِيْ فُرُوْعِ الْفَجْرِ

سائب بن یزید فرماتے ہیں خلیفۃ المسلمین حضرت عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) نے ابی بن کعب اور تمیم داری کو حکم دیا تھا کہ لوگوں کو گیارہ رکعت پڑھایا کریں۔ راوی کا بیان ہے کہ قاری مئین سورتیں پڑھتا یہاں تک کہ ہم ''طول قیام کی وجہ سے لاٹھیوں پر ٹیک لگاتے اور ہم پو پھٹنے کے قریب (گھروں کو) واپس ہوتے۔''

محدث شام شیخ البانی فرماتے ہیں:

قُلْتُ: هٰذَا سَنَدٌ صَحِيْحٌ جِدًّا فَاِنَّ مُحَمَّدَ بْنَ يُوْسُفَ شَيْخَ مَالِكٍ ثِقَةٌ اِتِّفَاقًا وَّاحْتَجَّ بِهِ الشَّيْخَانِ وَالسَّائِبُ بْنُ يَزِيْدَ صَحَابِيٌّ حَجَّ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ صَغِيْرٌ

اس روایت کی سند بہت صحیح ہے کیونکہ محمد بن یوسف شیخ امام مالک بالاتفاق ثقہ ہے اور شیخین (بخاری مسلم) نے اس سے حجت لی ہے اور سائب بن یزید صحابی ہے جس نے بچپن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کیا'' تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا و جابر رضی اللہ عنہ کی پہلے بیان کردہ احادیث کے عین موافق ہے جس سے ثابت ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک مسنون گیارہ رکعت ہی ہیں جس پر آپ نے لوگوں کو جمع کیا۔

باقی رہا کہ حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں لوگوں کا معمول کیا تھا؟ سو وہ بھی بیس تراویح کسی صحیح طریق سے ثابت نہیں اور حضرت عمرؓ کے عہد میں لوگوں کا باجماعت گیارہ رکعت پڑھنا صحیح روایت سے ثابت ہو چکا ہے۔ بیس رکعت والی روایات ضعیف ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے۔

روایت ۱۔: موطا امام مالک میں یزید بن رومان سے مروی ہے۔

كَانَ النَّاسُ يَقُوْمُوْنَ فِيْ زَمَانِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فِيْ رَمَضَانَ بِثَلٰثٍ وَّعِشْرِيْنَ رَكْعَةً

حضرت عمرؓ کے عہد میں لوگ رمضان میں تیئس رکعت پڑھا کرتے تھے۔ اس روایت کو امام بیہقی سنن کبریٰ اور المعرفۃ (معرفۃ السنن والآثار) میں لائے ہیں۔ پھر فرماتے ہیں یزید بن رومان لم یدرک عمر۔

اس روایت کے راوی یزید بن رومان نے حضرت عمرؓ کو نہیں پایا لہٰذا یہ روایت منقطع ہے جو ضعیف کی قسم ہے اور حافظ زیلعی حنفی نے نصب الرایہ میں اس (جرح) پر کوئی اعتراض نہیں کیا بلکہ اسے برقرار رکھا ہے۔

روایت ۲۔ : علامہ عینی نے عمدۃ القاری میں ایک روایت حافظ ابن عبدالبر سے نقل کی ہے۔

قَالَ : وَرَوٰی اَلْحَارِثُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ ذُبَابٍ عَنِ السَّائِبِ بْنِ یَزِیْدَ قَالَ : کَانَ الْقِیَامُ عَلٰی عَهْدِ عُمَرَ بِثَلَاثٍ وَّعِشْرِیْنَ رَکْعَةً

سائب بن یزید روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں تیئس رکعت کا رواج تھا۔

اس اثر میں بھی ضعف ہے۔

علامہ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

ہٰذَا سَنَدٌ ضَعِیْفٌ لِاَنَّ ابْنَ اُبِیْ ذُبَابٍ ہٰذَا فِیْهِ ضَعْفٌ مِنْ قِبَلِ حِفْظِهٖ قَالَ ابْنُ اَبِیْ حَاتِمٍ فِی الْجَرْحِ وَالتَّعْدِیْلِ : قَالَ اَبِیْ : یَرْوِیْ عَنْهُ الدَّرَاوَرْدِیُّ اَحَادِیْثَ مُنْکَرَةً وَّلَیْسَ بِذَالِکَ الْقَوِیِّ یُکْتَبُ حَدِیْثُهٗ قَالَ اَبُوْزُرْعَةَ : لَابَاسَ بِهٖ

اِس اثر کی سند ضعیف ہے کیونکہ ابن ابی ذباب حافظہ کمزور ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔ ابن ابی حاتم ''الجرح والتعدیل'' میں فرماتے ہیں۔ میرے والد نے کہا دراوردی نے اس سے منکر احادیث نقل کی ہیں اور یہ با اعتماد'' نہیں کہ اس کی حدیث لکھی جائے۔ ابوزرعہ نے کہا لاباس بہ (لَابَاْسَ بِهٖ وَفِیْ تَهْذِیْبِ التَّهْذِیْبِ (جلد ۲ ص ۱۴۸) بِلَفْظِ قَالَ اَبُوْزُرْعَةَ : لَیْسَ بِهٖ بَاْسٌ۔ جرح اور تعدیل کے قواعد کے مطابق ابن ابی ذباب مندرجہ ذیل وجوہات سے ضعیف ''ہے۔) اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تقریب میں فرماتے ہیں صدوق بھم اور تہذیب التہذیب میں ہے امام مالک اس پر اعتماد نہیں کرتے تھے۔

الف جارح محدثین بہت ہیں اور ابوزرعہ کی تعدیل ''لاباس بہ''مبہم، خفیف اور چوتھے درجہ کی ہے۔

ب جرح مفسر ہے اس لئے مقدم ہے : اِذَا اجْتَمَعَ فِیْ شَخْصٍ جَرْحٌ وَّتَعْدِیْلٌ فَالْجَرْحُ مُقَدَّمٌ الخ" مقدمۃ ابن الصلاح جلد : ۳ ص ۹۹ طبع جدید

روایت ۳۔ : حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فتح الباری میں ایک اثر لائے ہیں فرماتے ہیں

رَوَاهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ مِنْ وَجْهٍ اٰخَرَ (اَیْ مِنْ طَرِیْقِ دَاوٗدَ بْنِ قَیْسٍ) عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ یُوْسُفَ فَقَالَ اِحْدٰی وَعِشْرِیْنَ

''اور عبدالرزاق نے اسے ایک دوسرے طریق سے روایت کیا ہے یعنی داود ابن قیس کے طریق سے جو محمد بن یوسف سے روایت کرتے ہیں : فرمایا : اکیس۔''

یہ اثر بجائے اس کے کہ حنفیہ اس سے دلیل پکڑیں بلکہ ان کے مخالف ہے کیونکہ وہ ایک رکعت وتر کے قائل نہیں۔

(شیخ ناصر الدین البانی فرماتے ہیں۔ اس اثر میں کلام دو طرح سے ہے ایک تو یہ اثر گیارہ رکعت والے صحیح اثر کے مخالف ہے (شاذ ہونے کی وجہ سے ضعیف ہوا

دوسرا سبب اس میں بذات خود عبدالرزاق ہے جس کے متعلق تقریب میں ہے : وقد کان عمی فی آخر عمرہ فتغیر آخری عمر میں آنکھوں کی بینائی زائل ہونے کے بعد حافظہ جاتا رہا تھا۔

''اور حافظ ابو عمرو بن الصلاح نے علوم الحدیث ص ۳۵۵ میں ان کا شمار مختلطین میں کیا ہے اور امام نسائی فرماتے ہیں : ''نُظِرَ لِمَنْ کَتَبَ عَنْهُ بِاٰخِرَةٍ

جس نے عبدالرزاق سے آخری عمر میں لکھا ہے اس کی اچھی طرح جانچ پڑتال کی جائے۔ مختلطین کے متعلق علماء اصول الحدیث کا قانون یہ ہے کہ جس نے اختلاط سے پہلے ان سے حدیث لی قبول کی جائے گی اور جس نے اختلاط کے بعد لی رد کر دی جائے گی۔ اگر معلوم نہ ہوسکے کہ آیا یہ روایت قبل از اختلاط ہے یا بعد از اختلاط تو پھر بھی رد کر دی جائے گی۔ اور زیر بحث اثر اسی قبیل سے ہے۔ وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ

روایت ۴۔ : سنن کبری بیہقی جلد ۲ ص ۴۹۶ میں یزید بن خصیفہ کے طریق سے ہے۔

عَنِ السَّائِبِ ابْنِ یَزِیْدَ قَالَ : کَانُوْا یَقُوْمُوْنَ عَلٰی عَهْدِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ (رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ) فِیْ شَهْرِ رَمَضَانَ بِعِشْرِیْنَ رَکْعَةً قَالَ : وَکَانُوْا یَقْرَءُوْنَ بِالْمِئِیْنَ وَکَانُوْا یَتَوَکَّئُوْنَ عَلٰی عُصِیِّهِمْ فِیْ عَهْدِ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ (رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ) مِنْ شِدَّةِ الْقِیَامِ

''حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں لوگ ماہ رمضان میں بیس رکعت پڑھا کرتے تھے۔ راوی کا بیان ہے کہ مئین سورتیں پڑھتے اور حضرت عثمانؓ کے عہد میں شدت قیام کی وجہ سے اپنی لاٹھیوں پر ٹیک لگاتے۔''

یہ اثر کئی وجہ سے ضعیف ہے۔

الف۔ اس کی سند میں ابو عبداللہ محمد بن حسین بن فنجویہ دینوری ہے اس کی ثقاہت ثابت نہیں ہوسکی فَمَنِ ادَّعَی الصِّحَّةَ فَعَلَیْهِ بِالدَّلِیْلِ

ب۔ دوسرے راوی یزید بن خصیفہ کو امام احمد نے منکر الحدیث کہا ہے جس کا معنی امام احمد کے نزدیک یہ ہے کہ وہ راوی غریب احادیث بیان کرتا ہو۔ اس حدیث میں یزید اپنے سے اوثق (محمد بن یوسف) کی مخالفت کرتا ہے جس نے عمرؓ بن الخطاب سے صحیح سند سے گیارہ رکعات بیان کی ہیں اس لئے یزید بن خصیفہ کی روایت شاذ" حافظ ابن کثیر نے امام شافعی سے شاذ کی تعریف یہ نقل کی ہے۔ وَهُوَ اَنْ یَرْوِیَ الثِّقَةُ حَدِیْثًا یُّخَالِفُ مَا رَوَی النَّاسُ اور تقریب نووی میں ہے۔ فَاِنْ کَانَ بِتَفَرُّدِهٖ مُخَالِفًا اَحْفَظَ مِنْهُ اَضْبَطَ کَانَ شَاذًّا مَرْدُوْدًا" حافظ ابن حجر رحمتہ اللہ علیہ تقریب التہذیب میں محمد بن یوسف کو ثقہ ثبت اور یزید بن خصیفہ کو صرف ثقہ کہتے ہیں۔ ان کے تقابلی الفاظ میں محمد بن یوسف کا زیادہ ثقہ ہونا واضح ہے۔" ہونے کی وجہ سے۔

ج۔ یہ روایت مضطرب ہے۔ شیخ ناصر الدین البانی اپنی کتاب ''صلاۃ التراویح''میں روایت نقل فرماتے ہیں :

فَقَالَ اِسْمٰعِیْلُ بْنُ اُمَیَّةَ : اِنَّ مُحَمَّدَ بْنَ یُوْسُفَ ابْنَ اُخْتِ السَّائِبِ بْنِ یَزِیْدَ اَخْبَرَهٗ (قُلْتُ : فَذَکَرَ مِثْلَ رِوَایَةِ مَالِکٍ عَنِ ابْنِ یُوْسُفَ ثُمَّ قَالَ ابْنُ اُمَیَّةَ) : قُلْتُ : اَوَاحِدٍ وَّعِشْرِیْنَ؟ قَالَ (یَعْنِیْ مُحَمَّدَ بْنَ یُوْسُفَ) : لَقَدْ سَمِعَ ذٰلِکَ مِنَ السَّائِبِ بْنِ یَزِیْدَ

ابْنُ خَصِيفَةَ، فَسَأَلْتُ (السَّائِلُ هُوَ اِسْمَاعِيلُ بْنُ أُمَيَّةَ) يَزِيدَ بْنَ خَصِيفَةَ؟ قَالَ: حَسِبْتُ اَنَّ السَّائِبَ قَالَ: اَحَدٍ وَّعِشْرِيْنَ: قُلْتُ: وَسَنَدُهٗ صَحِيْحٌ

یعنی ''جب اسماعیل بن امیہ نے یزید بن خصیفہ سے پوچھا تو اس نے کہا کہ مجھے گمان (اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اکیس رکعات وتر سمیت (۱+۲۰) اور بیس رکعات وتر بغیر یزید بن خضیفہ کا صرف گمان ہے جب کہ محمد بن یوسف کو گیارہ پر یقین ہے۔ اسمٰعیل ابن امیہ (سائل) نے بھی ابن یوسف پر ہی اعتماد کیا ہے جیسا کہ اس کی گیارہ رکعت والی روایت (عند النیسا بوری) سے ظاہر ہے۔) ہے (یعنی یقین نہیں) کہ سائب بن یزید نے اکیس رکعات کہا ہے (سند صحیح ہے) یہ حنفیہ پر حجت ہے کیونکہ تین وتر کی صورت میں رکعات تراویح اٹھارہ ۱۸ رہ جائیں گی۔ اس طرح یزید بن خصیفہ کی روایت میں بیس ۲۰ اور اٹھارہ ۱۸ کی وجہ سے اضطراب ہو گا۔

دیگر کئی آثار حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف نسبت کئے جاتے ہیں لیکن وہ سب متکلم فیہ ہیں۔ ایسے ہی بعض آثار حضرت علی، ابی بن کعب اور عبداللہ بن مسعود کی طرف منسوب ہیں لیکن کوئی بھی جرح وقدح سے خالی نہیں۔

اس لئے اقرب اِلی الصواب یہی ہے کہ نماز تراویح گیارہ رکعت ہیں جیسا کہ حضرت عائشہؓ وجابرؓ وغیرہ کی صحیح احادیث میں گزر چکا ہے۔

حافظ جلال الدین سیوطی رسالہ ''المصابیح فی صلوۃ التراویح'' میں امام مالک سے نقل کرتے ہیں۔

قَالَ الْجُوْدِیُّ" بعض ناقلین نے جوزی بالزا اور بعض نے ابن الجوزی لکھا ہے حالانکہ صحیح جوری بالراء المھملۃ ہے۔ چنانچہ طبقات الشافعیہ ابن سبکی میں ہے: لْجُوْرِیُّ بِضَمِّ الْجِیْمِ ثُمَّ الْوَاوِ السَّاکِنَۃِ ثُمَّ الرَّاءِ نِسْبَۃٌ اِلٰی جُوْرِ بَلْدَۃٌ مِّنْ بِلَادِ فَارِسَ۔ "مِنْ اَصْحَابِنَا عَنْ مَالِکٍ اَنَّہٗ قَالَ الَّذِیْ جَمَعَ عَلَیْہِ النَّاسَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ اَحَبُّ اِلَیَّ وَھُوَ اِحْدٰی عَشْرَۃَ رَکْعَۃً وَّھِیَ صَلٰوۃُ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ قِیْلَ لَہٗ: اِحْدٰی عَشْرَۃَ رَکْعَۃً بِالْوِتْرِ قَالَ: وَلَا اَدْرِیْ مِنْ اَیْنَ اُحْدِثَ ھٰذَا الرُّکُوْعُ الْکَثِیْرُ

ہمارے اصحاب میں سے جوری مالک سے نقل کرتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں۔ جس شی پر حضرت عمر بن الخطاب نے لوگوں کو جمع کیا تھا۔ وہ میرے نزدیک زیادہ محبوب ہے اور وہ گیارہ رکعت ہیں۔ یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ'' ''وسلم کی نماز ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کیا گیارہ رکعت بمعہ وتر؟ فرمایا: ہاں اور تیرہ رکعت بھی قریباً اور فرمایا میں نہیں جانتا کہ یہ کثرت تعداد رکعت کہاں سے بدعت نکال لی ہے۔

مندرجہ بالا ساری بحث سے ثابت ہوا کہ رکعات تراویح میں سنت نبوی اور تعاملِ صحابہ (فقہ حنفی کی معتبر کتاب ہدایہ کے شارح امام لحنفیہ ابن الھمام فرماتے ہیں: اِنَّ مُقْتَضَی الدَّلِیْلِ کَوْنُ الْمَسْنُوْنِ فِیْھَا مِنْھَا ثَمَانِیَۃً (فتح القدیر ج ۲ ص ۳۲) یعنی دلیل شرعی سے مسنون رکعات تراویح آٹھ ہی ہیں۔) آٹھ رکعت ہے۔

بعض علماء نے سنت نبوی آٹھ رکعت تسلیم کر لینے کے باوجود صحابہ سے بیس رکعات ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ ان روایات کا ضعف ناظرین ملاحظہ فرما چکے ہیں، نیز یہ بات قابل غور ہے کہ آٹھ رکعت سنت نبوی ثابت ہو جانے کے بعد بعض صحابہ کا عمل (واضح رہے کہ یہ ساری بحث سنیت کا اعتقاد رکھتے ہوئے رکعات کی تعداد مسنون کے متعلق ہے ورنہ اگر کوئی شخص سنت مؤکدہ کے ارادہ سے آٹھ پڑھ کر بہ نیت نوافل جس قدر زیادہ پڑھنا چاہے اس کے لئے جائزہ ہے جن کا اجرا سے الگ ملے گا مگر ان نوافل کے کوئی تعداد مقرر (نبی ﷺ) یا صحابہ سے ثابت نہیں بلکہ صحابہ سے مختلف تعداد میں نوافل نقل کئے جاتے ہیں۔ مثلاً چھتیس اور چالیس۔ چنانچہ امام ابن الھمام فرماتے ہیں وَالْبَاقِیْ مُسْتَحَبًّا یعنی آٹھ سے زیادہ مستحب رکعات ہیں۔ (ادارہ) اگر بالفرض وہ زیادہ ثابت کر بھی دیں تو اس کی کیا پوزیشن ہوگی؟ انہیں اِنَّ خَیْرَ الْھَدْیِ ھَدْیُ مُحَمَّدٍ ﷺ مدنظر رکھنا چاہیئے۔ صحابی شارع نہیں ہوتا کہ وہ مستقلاً قابل اتباع ہو۔ ھٰذَا مَا عِنْدِیْ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ۔

ھذا ما عندي واللہ أعلم بالصواب

فتاویٰ حافظ ثناء اللہ مدنی

کتاب الصلوٰۃ: صفحہ: 706

محدث فتویٰ